ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی ☆

# حافظ ذہبی اور ان کی علمی خدمات

حافظ ذہبی علماء امت میں بلند اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔ ان کی شخصیت اس لحاظ سے بھی انتہائی قابل قدر ہے کہ آپ حدیث، تاریخ اور فقہ میں بلند پایہ فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ ان علوم میں صاحب تصنیف و تالیف عالم بھی ہیں۔

آپ کا دور حیات ۶۷۳ھ/ سے ۷۴۸ھ / تک پھیلا ہوا ہے۔(۱)

وہ دور مسلمانوں کے لئے نہایت پر آشوب اور صبر آزما تھا۔ سلاطین و امراء کی ریاست و اقتدار کے حصول کے لئے باہمی خانہ جنگیوں نے اسلامی حکومت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ تاتاریوں نے اس صورت حال سے پورا فائدہ اٹھایا اور ممالک اسلامیہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ شیخ نجم الدین رازی "مرصاد العباد" کے ابتدائی حصہ میں تاتاریوں کی بربریت اور درندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ازبک شہرے کہ مولد و منشاء این ضعیف است قیاس کردہ اند کہ کما بیش ہفت صد ہزار آدمی بہ قتل آمدہ است و اسیر گشتہ' از شہر و ولدیت' و فتنہ و فساد آن مدعین و مخاذیل بر ہمگی اسلام و اسلامیاں از آن زیادت است کہ در حیز عبارت گنجد۔"(۲)

"صرف ایک شہر کا جو کہ اس ضعیف کی جائے ولادت اور مقام نشوونما ہے' سات لاکھ افراد کے قتل اور گرفتار ہونے کا اندازہ لگا گیا ہے۔ ان لعنت مارے مطرودین بارگاہ خداوندی نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ اس سے بہت ہے کہ قلمبند کیا جا سکے۔"

چند سطروں کے بعد انتہائی پردرد لہجے میں فرماتے ہیں:

شاہان جہاں بہ ہمگی بشتابید تا بوکہ بقتے زدیں و ربابید
اسلام زدست رفت بس بے خبرید بگرفت جہاں کفر و شمادر خوابید(۳)

"اے بادشاہان عالم (اسلام) تم سب جلد پہنچو ہو سکتا ہے کہ تم دین کا بقیہ پا لو۔ اسلام ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اور تم پر بے خبری چھائی ہوئی ہے۔' کفر نے دنیا پر قبضہ جما لیا ہے اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔"

ذہبی کی ولادت سے چند سال قبل ۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے دارالسلام بغداد پر قبضہ کر کے عباسی خلیفہ ابو احمد عبداللہ المستعصم باللہ اور ان کی اولاد کو قتل کیا۔ بغداد شہر میں چالیس دن تک قتل عام ہوتا رہا۔ علامہ ابو الفضل کمال الدین عبدالرزاق فوطی جو اس دور کے مشہور مورخ گزرے ہیں اپنی کتاب "الحوادث الجامعہ" میں تفصیل سے واقعات بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ "شہر بغداد میں آٹھ لاکھ افراد قتل ہوئے اور جو لوگ کنوؤں' تالابوں اور دریا میں ڈوب کر یا مکانوں' تہہ خانوں میں بند ہو کر بھوک پیاس سے مرے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔"(۴)

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں تین اقوال نقل کئے ہیں آٹھ لاکھ' اٹھارہ لاکھ' بیس لاکھ (۵)

ابن العماد نے "شذرات الذہب" میں اٹھارہ لاکھ تعداد بتلائی ہے (٦)

☆ لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج' مانسہرہ

ایک طرف تو یہ آفت برپا تھی اور دوسری طرف یورپ کے عیسائیوں نے مصر، شام اور فلسطین پر یلغار کر رکھی تھی، سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے یہ زمانہ جتنا پست اور پرخطر تھا علمی اعتبار سے انتہائی شاندار اور زریں تھا۔

دمشق جسے حافظ **ذہبی** کے مولد موطن ہونے کا شرف حاصل ہے اسے ساتویں صدی ہجری کے اختتام اور آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں ایک اہم علمی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد الغرض ہر شعبہ علم سے متعلق مراکز قائم تھے انہیں حکام و امراء کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس دور کی علمی ترقی کا اندازہ سراج الدین ابو حفص عمر جمعی کے اس قصیدہ بائیہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے ابن تیمیہ ۷۲۸ کی مدح میں لکھا ہے۔ اس قصیدے میں فرماتے ہیں:

وکان فی عصرہ بالشام یومئذ مسبعون مجتهدا" من کل منتخب

"ابن تیمیہ کے زمانے میں صرف ملک شام میں ستر منتخب مجتہد تھے۔"

علم کے اسی بے مثل زریں دور میں حافظ **ذہبی** کی ولادت ہوئی۔

## نام و نسب و ولادت

"شمس الدین" لقب "ابو عبداللہ" کنیت اور "محمد" نام ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ "شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد عثمان بن قایماز بن عبداللہ الترکمانی الذہبی۔" ولادت ربیع الاخر ۶۷۳ھ/اکتوبر ۱۲۷۴ء میں ہوئی۔(۷)

آپ نسلاً ترکمانی تھے۔ آباء و اجداد "دیار بکر" کے شہر "میافارقین" میں آئے اور وہاں سے آپ کے دادا فخرالدین ابو احمد عثمان دمشق میں منتقل ہو گئے۔(۸)

## تحصیل علم

**ذہبی** کی پیدائش دمشق میں ہوئی جو اس دور میں علوم و فنون کا منبع اور علماء و فضلاء کا اہم مرکز شمار ہوتا تھا۔ تمام ممالک اسلامیہ سے طالبان علم علم کی پیاس بجھانے کے لئے جوق در جوق یہاں کا سفر اختیار کرتے تھے۔ امام موصوف نے بھی اپنی تعلیم کا آغاز اسی مرکز سے کیا۔(۹)

اٹھارہ سال کی عمر میں امام **ذہبی** علم حدیث کی طرف مائل ہوئے(۱۰) اور اس کی تحصیل میں بالکلیہ مستغرق ہو گئے۔ مشائخ کی ایک کثیر تعداد سے سماعت و قرات کا شرف حاصل کیا۔ اپنی عمر عزیز کا طویل حصہ ان کی محبت میں گزارا۔

دمشق میں جن اکابرائمہ حدیث سے آپ نے علم حدیث کی تحصیل کی ان میں سے عمر بن القواس، احمد بن ہبتہ اللہ بن عساکر اور یوسف بن احمد القمولی کافی شہرت رکھتے تھے۔(۱۱)

## رحلات علمیہ

حافظ **ذہبی** کی خواہش یہ تھی کہ علم حدیث کی اعلیٰ تحصیل کے لئے اہم علمی مراکز کا دورہ کریں مگر والد صاحب کی طرف سے سفر پر پابندی تھی جس کی بناء پر یہ آرزو ایک طویل عرصے تک پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔

ابو الفرج عبدالرحمن بن عبداللطیف بن محمد البغدادی ۵۹۹ --- ۶۹۷ھ) کے تذکرے میں فرماتے ہیں۔

"مجھے بڑی حسرت تھی کہ ان کی طرف سفر اختیار کروں۔ لیکن والد کے ڈر کی بناء پر ہمت نہ پڑی تھی اس لئے کہ

وہ مجھے ۔سفر سے منع فرماتے تھے۔""(۱۲)
آپ کے اس شوق کے پیش نظر والد نے ۶۹۳ھ میں جبکہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی سفر کی اجازت دے دی۔ "معرفتہ القراء" میں لکھتے ہیں کہ "میں نے اپنے والد سے وعدہ کیا کہ کسی بھی سفر میں چار ماہ سے زیادہ اقامت اختیار نہیں کروں گا۔"(۱۳)
۶۹۴ھ میں آپ نے سماع حدیث کے لئے بعلبک کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے شیوخ کی کثیر تعداد سے استفادہ کیا۔(۱۴)
بلاد مصر میں آپ نے اس دور کے مستند اور جلیل القدر علماء کے ہاں طویل مدت گزاری جن میں سے ابو المعالی احمد بن اسحاق بن محمد الابر قوھی م ۷۰۱ھ، شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید القشیری م ۷۰۲ھ اور علامہ شرف الدین عبدالمومن بن خلف الدمیاطی م ۷۰۵ھ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(۱۵)

## علمی مشاغل اور درس و تدریس

حافظ ذہبی اپنے ہمعصر علماء کی صحبت سے فیضیاب ہو کر دمشق لوٹے تو اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث اور مورخ بن چکے تھے۔ خصوصاً فن رجال میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ نہ تھا۔ ۷۰۳ھ میں دمشق کے ایک قریہ میں "مسجد کفر بطنا" کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی(۱۶) ۷۱۸ھ تک آپ وہیں مقیم رہے۔ اسی قریے میں ذہبی نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتب تالیف کیں۔ اسی سال جب شیخ کمال الدین احمد بن محمد ابن احمد بن الشریشی کا انتقال ہوا تو آپ ان کی جگہ مدرسہ ام صالح میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔(۱۷)
۷۲۹ھ میں آپ دارالحدیث الظاہر سے منسلک ہو گئے۔(۱۸)
۷۳۹ھ میں شیخ علم الدین البرزالی کی وفات پر مدرسہ نفیسہ میں تدریس حدیث اور امامت آپ کے سپرد کی گئی۔(۱۹) اور اسی سال دارالحدیث والقرآن التنکزیہ کی تکمیل پر شیخ ذہبی وہاں مسند حدیث پر فائز ہو گئے۔(۲۰)
امام ذہبی مختلف اوقات میں دمشق کے اہم اور عظیم مراکز احادیث میں مسند حدیث پر فائز رہے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ذہبی کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور ان کے آوازہ کمال کو سن کر ہر جگہ سے طلبہ کی ایک کثیر تعداد امڈ آئی اور اس سے آپ کی علم حدیث میں کمال ممارست و مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ سبکی لکھتے ہیں "وسمع منہ الجمع الکثیر"(۲۱)

## مسلک ذہبی

ذہبی خاندانی طور پر شافعی المذہب تھے(۲۲) اور فقہ کا مطالعہ فقہاء شافعیہ سے کیا تھا مگر ذاتی تحقیق اور میلان طبع کی بناء پر حنبلیت کی طرف مائل تھے۔ آپ کے خاص شاگرد سبکی آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "گو وہ مذہباً" شافعی تھے لیکن ان کے اعتقادات زیادہ تر حنبلیوں کے تھے اس لئے حنابلہ کی خوب مدح سرائی کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حنفیہ اور اشاعرہ کے ساتھ ساتھ خود اپنے مسلک شافعی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں اور انصاف کے پہلو کو مدنظر نہیں رکھتے۔(۲۳) لیکن سبکی کے اس الزام سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ امام موصوف مسلکاً شافعی ہونے کے باوجود دیگر مسالک سے تعلق رکھنے والے حضرات کی مدح و تعریف میں بخل سے کام نہیں لیتے اور یہ چیز آپ کی بے تعصبی اور فراخ دلی پر بین دلیل ہے۔ البتہ سبکی چونکہ غالی شافعی ہیں اس لئے

دیگر مذاہب کے پیروؤں کی تعریف ان کے دل کو نہیں بھاتی تھی۔ چنانچہ وہ **ذھبی** کی وسیع **الظرفی** کو تعصب مذھبی پر محمول کرتے ہیں۔

نیز غیر معاصرین کے بارے میں ذکر کردہ اقوال و واقعات بیان کرتے ہیں۔ رہا معاصرین کا تذکرہ تو اس میں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے اصول و فروعات میں اختلاف کے باوجود انصاف سے کام لیا ہے۔ (جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آ رہی ہے)۔ البتہ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ عمر کے آخری حصہ میں بصارت سے محرومی کی بناء پر انہوں نے ہم عصر علماء کی سیرتیں مرتب کرتے ہوئے اپنے رفقاء اور شاگردوں کی متعصبانہ اطلاعات ہی پر اکتفا کرتے ہوئے انہیں قلمبند کر دیا ہو۔

اور حنابلہ کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی وجہ شاید یہ ہو کہ آپ چونکہ حافظ الحدیث تھے حدیث کی محبت آپ کے دل میں راسخ ہو چکی تھی اور حنبلیوں کے عقائد و نظریات چونکہ زیادہ تر ظاہر حدیث کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے ان کا حنابلہ کی طرف میلان اور ان کی تعریف میں کچھ کہہ دینا قابل گرفت نہیں ہو سکتا۔

## معاصرین سے تعلقات

عام طور پر مشہور ہے۔ مگر امام موصوف اس سے بالکلیہ مستثنیٰ تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور علماء سے خوشگوار تعلقات اور عمدہ مراسم رکھتے تھے۔ بالخصوص تین حضرات جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن المزی ۷۴۲ھ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ م ۷۲۸ھ اور علم الدین ابو محمد القاسم بن محمد البرزالی ۷۳۹ھ آپ کے قریبی رفقاء میں سے تھے۔ **ذھبی** عمر کے اعتبار سے ان سب سے چھوٹے تھے۔ ان تینوں حضرات کا شمار اپنے دور کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا محب اور ثنا خوان تھا۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ مصنفین مشاہیر کا تذکرہ لکھتے وقت ہمعصر علماء سے اغماض برتتے ہیں جبکہ **ذھبی** کے ہاں یہ بات نظر نہیں آتی وہ معاصرین کے علمی مقام اور برتری کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں اور یہ ان کے انکسار اور انصاف پر بین دلیل ہے۔

اپنے شیخ اور رفیق علم الدین برزالی کے بارے میں "معجم الشیوخ" میں لکھتے ہیں:

**"الامام الحافظ المتقن الصادق الحجۃ۔ مفید نا ومصلما" ورفیقا محدث مورخ العصر۔"**(۲۴)

**ذھبی** اپنے شیخ اور قریبی رفیق شیخ مزی کے متعلق لکھتے ہیں۔

**"العلامۃ الحافظ البارع استاذ الجماعۃ۔ محدث الاسلام۔"** (۲۵)

دوسرے مقام پر ان کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

**"کان خاتمۃ الحفاظ و ناقد الاسانید والالفاظ وھو صاحب معضلاتنا وموضح مشکلاتنا۔"**(۲۶)

امام موصوف ان معاصرین کا تذکرہ بھی فراخدلی سے کرتے ہیں جن سے اکثر معاصرین برہم رہتے تھے۔ مثلاً علامہ ابن تیمیہ سے باوجود اصولی و فروعی مسائل میں اختلاف کے ان کی مدح و ثناء اور علمی رفعت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

**"وھو اکبر من ان ینبہ علی لغویتہ فلو حلفت بین الرکن والمقام الحلفت' انی ماراءیت بعنی مثلہ' ولا واللہ ماراى ھو مثل نفسہ فی العلم۔"** (۲۷)

"ان کا مقام اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے کہ ان کی مدح و تعریف بیان کی جائے اور اگر مجھے خانہ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان مجھے اس بات کی قسم دی جائے کہ میری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا نہ خود انہوں نے اپنا ہم مثل دیکھا، تو

میں ضرور اس کی قسم کھاؤں گا۔"
ابن تیمیہ کی وفات پر آپ نے ایک مرثیہ بھی تحریر فرمایا۔(۲۸)

## وفات

عمر کے آخری حصے میں وفات سے تقریباً چار سال قبل آنکھوں میں پانی اتر آنے کی وجہ سے بصارت جاتی رہی۔ جب آپ سے یہ کہا جاتا کہ "آنکھوں کا علاج کرا لیتے تو درست ہو جاتیں۔" تو آپ اس پر بہت خفا ہوتے اور فرماتے کہ "میری آنکھوں میں پانی نہیں اترا بلکہ میں خود دیکھتا تھا کہ میری بصارت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے حتی کہ یہ حالت ہو گئی جو اب تم دیکھ رہے ہو۔"(۲۹)

آپ کی وفات ۳ ذوالقعدہ ۷۴۸ھ کو مدرسہ ام صالح میں ہوئی اور باب صغیر کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔(۳۰)

آپ کے کئی ایک شاگردوں نے آپ کی وفات پر مرثیے لکھے۔ جن میں سے علامہ صفدی اور تاج الدین سبکی قابل ذکر ہیں۔(۳۱)

## علمی مقام

شیخ ذھبی کا علمی مرتبہ و مقام آپ کی ان متنوع تصنیفات و تالیفات کے مطالعے سے بخوبی متعین کیا جا سکتا ہے۔ جو ہر دور کے علماء و فقہا کے ہاں مقبول و متداول رہیں۔ علوم کے جن شعبوں میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی وہ حدیث، فقہ اور تاریخ تھے۔ آپ کی تصانیف اس لحاظ سے بھی امتیازی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان کی جمع و ترتیب میں نہایت تحقیق و تدقیق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ آپ کی مختصرات کا جائزہ لینے سے بھی یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ آپ اختصار و تلخیص کے وقت جمود کا شکار نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض اوقات کتاب کے مولف کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے نقطہ نظر کی ٹھوس دلائل کے ساتھ خوب وضاحت کرتے ہیں اور بعض مقامات پر تعلیقات و حواشی کے ذریعہ متن کتاب کی توضیح کرتے ہیں۔

آپ نے اپنی تالیف "الکاشف" (جو تہذیب الکمال کا اختصار ہے) میں بعض ائمہ جرح و تعدیل کی آراء سے اختلاف کرتے ہوئے ان کا ناقدانہ طرز پر جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب آپ کے علمی تجر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس طرح حاکم کی کتاب "المستدرک علی الصحیحین" (جس میں بخاری و مسلم کی شرائط پر اترنے والی ان احادیث کو نقل کیا گیا ہے جنہیں صحیحین میں جمع نہیں کیا گیا) کا خلاصہ "تلخیص المستدرک" کے نام سے کیا ہے جس میں آپ نے روایتوں کی صحت عدم صحت اور ان کے رجال پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔

کتاب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ذھبی کی نظر میں تقریباً نصف احادیث ایسی ہیں جو صحیحین کی شرائط پر پوری نہیں اترتیں اور بقیہ احادیث میں سے نصف کی سندوں میں علت کا ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ان احادیث کا چوتھا حصہ مناکیر پر مشتمل ہے اور بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔

وفیات سے متعلق کتابوں کی تلخیصات میں ذھبی نے ان حضرات کی تواریخ وفات بھی ذکر کی ہیں جو اصل کتاب میں مذکور نہ تھیں۔

امام موصوف نے علم القرات کی تعلیم اپنے زمانے کے مشہور قراء سے حاصل کی تھی حتی کہ اپنے دور میں "قرات" کے امام شمار ہونے لگے۔ ابن ناصر الدین م ۸۴۲ھ فرماتے ہیں "کان اماما فی القرات"(۳۲) فن قرات کے موضوع پر آپ کی جن کتابوں تک رسائی ہو سکی ہے ان میں سے ایک کتاب "التلویحات فی علم القرات" اور دوسری کتاب "معرفۃ القراء الکبار

علی الطبقات والاعصار" ہے۔ شیخ جذری اور سخاوی نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔(۳۳)

حافظ ذھبی کے علمی مرتبہ اور مقام کا تعین علم حدیث کی خدمات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ آپ درحقیقت اسی میدان کے حقیقی شہسوار تھے۔ عمر عزیز کے اکثر اوقات حدیث کی سماعت و روایت میں گزارے اور اس موضوع پر بے شمار اور گرانقدر تصانیف کا ذخیرہ امت کے سامنے پیش کیا حتیٰ کہ ابن حجر کے بقول آپ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ صاحب تصانیف شمار ہونے لگے۔(۳۴)

آپ کی معرفت حدیث اور وسعت علمی کا اندازہ ان بے شمار کتابوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے اربعینات ثلاثینات، عوالی، اجزاء، معجمات الشیوخ اور مشیخات وغیرہ کے عنوانات کے تحت رقم کیں۔ ان تمام کتب کی تصنیف و تالیف اور تلخیص و ترتیب میں جمود و تقلید کے بجائے نقد و جرح کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔ آپ کے شاگرد صلاح الدین صفدی م ۷۶۴ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان میں نہ تو محدثین کی سی سختی تھی اور نہ مورخوں کی سی غباوت بلکہ وہ صاحب نظر فقیہ تھے، روح قانون سے واقف تھے اور لوگوں کی رائے بے تکلفی سے سنتے تھے، ان کی تصانیف میں عجیب بات یہ ہے کہ وہ ہر حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کے متن، سند اور راویوں پر خوب نقد و جرح کرتے ہیں۔"(۳۵)

انہی اوصاف و کمالات کی بناء پر آپ اپنے معاصرین کے درمیان "محدث العصر" کے لقب سے معروف تھے۔(۳۶) حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ جیسے متبحر عالم بھی آپ کے فضل و کمال کے اس حد تک معترف تھے کہ ماء زمزم پینے کے بعد خدا سے دعا مانگنے لگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذھبی جیسا حفظ اور فطانت عطا فرمائے۔"(۳۷)

تاریخ کے موضوع پر ذہبی کے قلم سے گرانقدر کتابیں منصہ شہود پر آئیں۔ ابتداء میں آپ نے اس موضوع کی امہات کتب کی تلخیص و اختصار پیش کیں۔ مثلاً تواریخ میں سے خطیب بغدادی ۴۶۳ھ کی "تاریخ بغداد" ابن عساکر م ۵۷۱ھ کی تاریخ ابن عساکر، ابن یونس م ۳۴۷ کی "تاریخ مصر" ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری م ۴۰۵ھ کی تاریخ نیشاپور" ابن ارسلان الخوارزمی ۵۶۸ھ کی "تاریخ خوارزم" انساب میں سے ابو سعد السمعانی ۵۶۲ھ کی "الانساب" کتب صحابہ میں سے ابن الاثیر م ۶۳۰ھ کی "اسد الغابتہ" رجال صحاح اور سنن کی کتابوں میں ابو الحجاج المزی ۷۴۲ھ کی "تھذیب الکمال فی معرفتہ الرجال" اور ابن عساکر ۵۷۱ھ کی "المعجم المشتمل علی اسماء شیوخ الائمتہ النبل" کے اختصارات پیش کئے جو علم تاریخ میں آپ کی کلی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

معاصرین کے تذکرے پر آپ کی کتاب "المعجم المختص محدثی العصر" بہترین تصنیف ہے۔

ذھبی کی ایک اہم خصوصیت جو انہیں دیگر مورخین سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ آپ کسی مخصوص زمانے، مخصوص گروہ یا مخصوص جماعت کے ذکر پر ہی اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ان کی تمام مولفات ظہور اسلام سے اپنے زمانے تک کے تمام اکابر کے احوال اور زمانے کے حوادث و واقعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ مثلاً تاریخ کے موضوع پر آپ کی سب سے اہم ضخیم اور مشہور کتاب "تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام" ہے۔ یہ اسلام کی مبسوط تاریخ ہے جو ابتداء اسلام سے لے کر ۷۰۰ھ تک کے واقعات کا سندوار احاطہ کرتی ہے۔

فن رجال میں آپ کی وسعت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

**"انه كان شيخ الجرح والتعديل و رجل الرجال، و كانما جمعت الامته فى صعيد واحد فنظرها ثم اخذ يعبر عنها اخبار من حضرها۔"** (۳۸)

تذکرۃ الحفاظ جسے آپ نے طبقات کے اعتبار سے مرتب کیا ہے اس میں اس دور کے سیاسی، ثقافتی اور اجتماعی حالات کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے جو آپ کی ادوار سابقہ سے کمال واقفیت پر بخوبی شاہد ہے۔(۳۹)

اصول نقد و جرح پر آپ کی کتاب "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" اور ایک رسالہ "ذکر من یوتمن قولہ، فی الجرح والتعدیل" کا شمار اس موضوع کی بلند پایہ کتابوں میں ہوتا ہے۔

اول الذکر کتاب ہر دور میں علماء و حفاظ کے ہاں مقبول و متداول رہی اور معاصرین اور غیر معاصرین سے خراج تحسین حاصل کرتی رہی ہے۔(۴۰) موخر الذکر رسالہ "اصول النقد اور طبقات النقاد سے متعلق ہے۔

**ذہبی** نقد و جرح میں سلف کی اتباع اور تقلید ہی نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات وہ آراء جن کی تائید میں کوئی قوی سند موجود نہ ہو، مخالفت بھی کرتے ہیں۔(۴۱) اس فن میں آپ کی کامل مہارت کی بناء پر آپ کو شیخ الجرح والتعدیل بھی کہا جانے لگا جیسا کہ سبکی نے طبقات میں ذکر کیا ہے(۴۲)

ابن ناصر الدین م ۸۴۲ھ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "ناقد المحدثین و امام المعدلین والمجرحین--- و کان آیۃ فی نقد الرجال، عمدۃ فی الجرح والتعدیل۔"(۴۳)

شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں۔ "**وھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال۔**"(۴۴)

بعد میں آنے والے ائمہ جرح و تعدیل نے آپ کے اقوال سے بھرپور استفادہ کیا اور انہیں اپنی کتابوں میں جگہ دی۔(۴۵)

**ذہبی** چونکہ سلفی العقیدہ ہیں اس لئے آپ نے عقائد کے موضوع پر بطریقہ سلف احادیث نبوی ہی کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر آپ نے جو علمی آثار چھوڑے ہیں ان میں سے کتاب "الکبائر و بیان المحارم" کتاب "الاربعین فی صفات رب العالمین" کتاب "العرش" کتاب "مالتہ الوعید" کتاب "العلو للعلی الغفار" وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

آپ نے علم العقائد کی بے شمار اہم کتب کا اختصار بھی پیش کیا ہے۔ مثلاً بیہقی ۴۵۸ھ کی کتاب "البعث والنشور" اور کتاب "القدر" اور شیخ الاسلام الانصاری ۴۸۱ھ کی کتاب "الفاروق فی الصفات" اور ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ کی کتاب "متاھج الاعتدال فی نقض کلام اھل الرفض والاعتزال۔"

**ذہبی** نے اپنے دور کے بلند پایہ فقہا سے فقہ کی تحصیل کی مثلاً شیخ کمال الدین ابن الزملکانی، برہان الدین انفرادی اور کمال الدین ابن قاضی شہید وغیرہ اور فقہ و اصول فقہ کے موضوع پر بے شمار کتاب و اجزاء تالیف کیں ابن حزم کی مشہور کتاب "المحلی" کا اختصار "المستحلی، اختصار المحلی" کے عنوان سے پیش کیا۔

**ذہبی** کے نزدیک قرآن و حدیث فقہ کی اساس و بنیاد تھے جس کا اظہار انہوں نے ان اشعار میں کیا ہے۔

**الفقہ قال اللہ قال رسولہ ان صح والاجماع فاجھد فیہ**

**وحزار من نصب الخلاف جھالتہ بین النبی و بین رای فقیہ** (۴۶)

**ذہبی** نے اپنے اساتذہ سے مختلف شعراء کے دیوانوں کی سماعت بھی کی تھی اس لئے اس فن سے بھی آپ کو کافی مہارت تھی۔ چنانچہ آپ کی بعض کتابوں میں مختلف مدحیہ نظمیں اور قصیدے جابجا پائے جاتے ہیں۔(۴۷) اپنے رفیق خاص ابن تیمیہ کی شان میں بھی آپ نے ایک مرثیہ لکھا۔(۴۸)

**ذہبی** کا یہ علمی ذخیرہ نہ صرف ان کی زندگی میں اہل علم کے ہاں مقبول و معروف ہوا بلکہ ان کے بعد ہر دور کے علماء اسی

دسترخوان سے ریزہ چینی کرتے رہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔

**"ورغب الناس فی توالیفہ ورحلوا الیہ بسببھا وتدا و لوھا قراءۃ" و نسخاً" و سماعاً"۔"(۴۹)**

## امام ذهبی ---علماء کی نظر میں

**ذهبی** کی متنوع صفات و کمالات کا معاصر و متاخر دونوں طرح کے سیرت نگاروں نے اعتراف کیا ہے۔ اس سلسلے میں چند علماء کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

آپ کے مشہور شاگرد صلاح الدین صفدی م ۷۶۴ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شیخ' امام' علامہ حافظ شمس الدین ابو عبداللہ **ذهبی** یگانہ روزگار حافظ حدیث تھے' علل و رجال حدیث میں گہری مہارت تھی' بے شمار لوگوں کے تذکرے لکھے' اور ان سے ابہام والتباس کے پردوں کو چاک کیا' کئی کتب تصنیف کیں اور بڑی جماعت کو نفع پہنچایا' ضخیم کتابوں کا اختصار پیش کیا۔ ان کے ہاں نہ تو محدثین کا سا جمود تھا اور نہ مورخین کی سی غباوت۔"(۵۰)

تاج الدین سبکی نے ۷۷۱ھ اگرچہ اپنے استاد **ذهبی** سے بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے لیکن ان کے علمی مقام کا فراخدلی سے اعتراف بھی کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "ہمارے شیخ اور استاد' امام' حافظ' اور محدث العصر ہیں۔ ہمارے زمانے میں حدیث کے حافظ چار تھے' مزی' برزالی' **ذهبی** اور میرے والد۔ لیکن ان سب میں **ذهبی** کا درجہ بڑھا ہوا تھا ان کا کوئی نظیر نہ تھا' جرح و تعدیل اور فن رجال کے اگر شیخ تھے تو وہی تھے حفظ کے معاملے میں اگر کوئی مشکل پیش آجاتی تو اس کا حل صرف انہی سے ہو سکتا تھا۔"(۵۱)

چند سطور کے بعد ان کی شان میں ان الفاظ کے ساتھ رطب اللسان ہوتے ہیں۔

**"وسمع منہ جمع الجمع الکثیر' ومازال یخدم ھذا الفن الی ان رسخت فیہ قدمہ' فلقب اللیل والنھار وملقب لسانہ و قلمہ و ضربت باسمہ الامثال' وساراسمہ مسیر لقبہ الشمس الا انہ لا یتقلص اذ انزل المطر' ولا یدبر اذا اقبلت اللیالی و اقلم بدمشق یرحل الیہ من سائر البلاد' و تنادیہ السوالات من کل ناد۔"(۵۲)**

آپ کے شاگرد الحسینی م ۷۶۵ھ میں لکھتے ہیں: "شیخ الامام علامہ شیخ المحدثین' امام الحفاظ والقراء' محدث و مورخ شام' آپ کا شمار گنے چنے ذہین و فطین حضرات اور بلند پایہ حفاظ میں ہوتا تھا(۵۳)

عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ آپ کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔ "شیخ الحافظ الکبیر مورخ الاسلام اور شیخ المحدثین۔ علم حدیث کی ریاست آپ پر ختم ہو چکی تھی۔"(۵۴)

## آثار علمیہ

**ذهبی** کا شمار اپنے دور کے کثیر التصانیف علماء میں ہوتا ہے۔

ڈکتور یوسف عواد نے "سیر اعلام النبلاء" کے مقدمے میں **ذهبی** کی مختلف علوم پر ۲۱۵ کتب و رسائل کا ذکر کیا ہے۔(۵۵) ان میں سے اکثر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ بعض مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں اور بعض حوادث زمانہ کی نذر ہو گئی ہیں۔

ذیل میں ان کی چند مشہور تصنیفات کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

## ۱۔ تاریخ الاسلام الکبیر

تاریخ کے موضوع پر آپ کی سب سے ضخیم اور مشہور تصنیف ہے۔ یہ اسلام کی مبسوط تاریخ ہے اس میں ابتدائے اسلام سے لے کر ۷۰۰ھ تک کے واقعات سنہ وار تحریر کئے ہیں۔ پوری کتاب ستر طبقوں پر منقسم ہے ہر دس سال کے واقعات و حوادث کو ایک ایک طبقہ شمار کیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سیاسی واقعات کے ساتھ ہر صدی کے علماء و فضلاء کے مختصر حالات بھی بیان کئے ہیں اس لئے یہ تنہا سیاسی نہیں بلکہ علمی تاریخ بھی ہے۔

تاریخ اسلام کے اس سلسلے کو دیگر علماء نے بھی آگے بڑھایا۔ ان تکملہ جات میں سے تین اس وقت موجود ہیں۔ پہلا تکملہ ۷۰۱ھ تا ۷۴۰ھ تک خود ذھبی کا ہے۔ دوسرا تکملہ ۷۰۱ھ تا ۷۸٦ھ عبدالرحیم عراق اور ان کے لڑکے احمد کا تالیف کردہ ہے۔ جبکہ تیسرا تکملہ ابن قاضی شبہ کا ہے جو ۷۰۱ھ تا ۷۹۰ھ تک ہے۔ یہ تکملہ ان کی کتاب "الاعلام بتاریخ الاسلام" میں شامل ہے۔

ذھبی کی تاریخ الاسلام کے بعض حصے متفرق اجزاء میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ جس کے بعض حصے طبع ہو چکے ہیں۔ تاریخ الاسلام کی ضخامت کے پیش نظر اس کے اختصارات بھی تیار کئے گئے۔ تین اختصار خود ذھبی نے تیار کئے تھے۔ انہیں "العبر فی خبر من غبر" زیادہ مشہور ہے۔ اس میں ۷۴۰ھ تک کے مطول واقعات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔

## ۲۔ دول الاسلام

یہ مولف کی تصنیف تاریخ اسلام کا اختصار ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تفصیل حذف کر دی ہے اور صرف سنین اور وفیات کا حصہ رکھا ہے۔ چنانچہ آپؐ کی وفات سے لے کر ۷۱۵ھ تک کے سنین اور وفیات اس میں درج کئے ہیں یعنی ہر سنہ کا عنوان قائم کر کے اس سال کے اہم واقعات مختصر ترین عبارت میں درج کر دیئے ہیں۔

## ۳۔ تذکرۃ الحفاظ

یہ علم حدیث کے حفاظ کا تذکرہ ہے جسے اکیس طبقوں پر حسب مراتب تقسیم کیا ہے اور ہر ایک طبقے کے مختصر حالات بغیر ترتیب کے لکھے ہیں۔ یہ کتاب حضرت ابوبکرؓ کے حالات سے شروع ہوتی ہے اور ابن تیمیہ اور حضرت حافظ مزی کے حالات پر ختم ہوتی ہے۔ آخر میں ۳٦ شیوخ کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں جن سے علامہ ذھبی نے فن حدیث و رجال کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ابن شبہ کی "طبقات الشافعیہ" کی بنیاد یہی تذکرہ ہے۔

## ۴۔ الاصابۃ فی تجرید اسماء الصحابۃ

یہ دراصل ابن اثیر کی کتاب "اسد الغابۃ" کا اختصار ہے البتہ مولف نے اس میں اضافہ بھی کیا ہے اس میں صحابہ کرامؓ کے ناموں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی دی گئی ہے۔

## ۵۔ سیر اعلام النبلاء

تاریخ الاسلام الکبیر میں جتنے مشہور علماء و فضلاء کے تذکرے تھے ان کو اختصار کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔

## ٦۔ طبقات الحفاظ

یہ اکابر محدثین کا تذکرہ ہے۔ اس میں تمام محدثین کو بارہ طبقوں میں تقسیم کر کے ہر طبقے کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں۔

### ۷۔ میزان الاعتدال

اس میں مولف نے حروف معجم کی ترتیب پر دس ہزار نو سو سات جھوٹے مہتم اور ضعیف راویوں کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں۔

### ۸۔ تذهیب تھذیب الکمال فی اسماء الرجال

حافظ مزی نے تہذیب الکمال کے نام سے صحاح ستہ کے راویوں کے حالات میں تیرہ جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔ **ذھبی** نے پانچ جلدوں میں اس کی تلخیص کی اور حروف معجم پر اس کی ترتیب رکھی۔

### ۹۔ الکاشف

یہ کتاب تذہیب کا اختصار ہے۔

### ۱۰۔ المشتبہ فی اسماء الرجال

مولف نے اس میں ان مشتبہ راویوں کی اختصار کے ساتھ توضیح کی ہے جن کے اسماء انساب، کنیت اور القاب میں اختلاف واقع ہو گیا ہے۔

### ۱۱۔ المعجم الشیوخ الکبیر

اس میں ایک ہزار تین سو سے زائد اساتذہ فن حدیث کے حالات ذکر ہیں۔

### ۱۲۔ المعجم الصغیر

اس میں ان اساتذہ کا ذکر ہے جن سے علامہ ذہبی نے فن حدیث و رجال وغیرہ کی تکمیل کی۔

### ۱۳۔ المعجم المختص

اس میں ذہبی نے اپنے زمانے کے محدثین اور اپنے شاگردوں کے حالات تحریر کئے ہیں۔

### ۱۴۔ معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار

اس میں تمام قراء کو سترہ طبقوں میں تقسیم کر کے ہر طبقے کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں۔

یہ مولف کی "تاریخ الاسلام الکبیر" سے ماخوذ ہیں۔ یہ تذکرہ حضرت عثمانؓ کے حالات سے شروع ہو کر ابن الزیات ۷۳۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔

### ۱۵۔ قرۃ العین فی ضبط رجال الصحیحین

اس کتاب میں ذہبی نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راویوں کے حالات بیان کئے ہیں۔

یہ ان کی مشہور کتب کا مختصر جائزہ تھا۔ ان کے علاوہ **ذھبی** نے بے شمار کتب کے اختصارات پیش کئے جن میں سے چند ایک کا ذکر "ذہبی کا علمی مقام" کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد رسائل بھی مرتب کئے۔ مثلاً دوام النار' احادیث الصفات' فضل الحج' جزء فی فضل آیت الکرسی' تقویم البلدان' جزء فی الشفاعۃ صفۃ النار مسلہ اسماع' جزء من صلواۃ' التسبیح

# ماخذ و مصادر


۱۔ سبکی' عبدالوہاب بن تقی الدین' طبقات الشافعیہ الکبریٰ' بیروت' دار المعرفۃ ج ۵ ص ۲۱۶

۲۔ رازی' نجم الدین' مرصاد العباد من المبدا ولمعاد' مخطوط کتب خانہ رام پور' نمبر ۴۲۸ سلوک' فارسی

۳۔ ایضاً

۴۔ ابن فوطی' الحوادث الجامعہ۔ بغداد۔ ۱۳۵۱ھ ص ۳۳۱

۵۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ۔ لاہور ۱۳۷ ص ۲۰۲

۶۔ ابن المعاد الحنبلی' شذرات الذہب فی اخبار من ذہب' قاھرہ۔ القدسی ۱۳۵۱ھ ج ۵ ص ۲۷۱

۷۔ سبکی' طبقات الشافعیہ' بیروت دار المعرفۃ ج ۵ ص ۲۱۶

الصفدی' صلاح الدین' الوافی بالوفیات' د۔سبادن ۱۳۸۱ھ ج ۲ ص ۱۶۴

ذہبی کے حالات زندگی بالخصوص ابتدائی دور پردۂ خفاء میں ہے۔ چند ایک تذکرہ نگاروں نے انتہائی اختصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ البتہ ان کے مفصل حالات سے آگاہی خود ان ہی کی تصنیف کردہ کتاب "معجم الشیوخ" سے ہوتی ہے۔ دکتور بشار عواد معروف نے سیر اعلام النبلاء کے مقدمہ میں اس اہم مصدر کے حوالہ سے (جو مخطوطہ کی شکل میں ہے) ذہبی کی زندگی کے ابتدائی ادوار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ذہبی: سیر اعلام النبلا بیروت' موسۃ الرسالۃ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م ج ۱ ص ۲۔۳۱

۸۔ یاقوت' الحموی' معجم البلدان' بیروت' دار الکتاب ۱۳۷۴ھ ج ۴ ص ۷۰۳

۹۔ ذھبی' سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۰۔۲۲

۱۰۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۶

۱۱۔ حوالہ بالا

۱۲۔ ذھبی' معرفۃ القراء ص ۵۵۶

۱۳۔ ایضاً ص ۵۵۸

۱۴۔ سبکی' طبقات الشافعیہ۔ ۵۷ ص ۲۱۶

۱۵۔ ایضاً

ذھبی' تذکرۃ الحفاظ۔ بیروت' دار الفکر ج ۴ ص ۱۴۸۱۔۱۴۸۴

صفدی' الوافی ج ۴ ص ۱۹۳

ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" ج ۱۴ ص ۴۰

۱۶۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج ۱۴ ص ۲۸

۱۷۔ ایضاً ج ۱۴ ص ۸۸ ۔ اس مدرسہ کا شمار اس وقت دمشق کے مشہور علمی مراکز میں ہوتا تھا بالخصوص یہاں کے دارالحدیث کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ نعیمی: تنبیہ الدارس ۱/ ص ۳۳۔ ۳۴

۱۸۔ اس کی بنیاد ملک ظاہر بیبرس البندقداری نے ۶۷۶ ھ میں رکھی آج کل یہ دارالکتب الظاہریہ کے نام سے معروف ہے۔ نعیمی: تنبیہ الدارس ج ۱ ص ۳۴۸

۱۹۔ صفدی: الوافی' ج ۲ ص ۱۶۶

۲۰۔ یہ مدرسہ امیر تنکز کی طرف منسوب ہے۔ ۷۲۹ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ امیر تنکز نے یہاں تیس محدثین اور بے شمار قراء کی تقرری کی۔
تفصیل کے لئے دیکھئے 'ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج ۱۴ ص ۱۸۴

۲۱۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۶

۲۲۔ حوالہ بالا

۲۳۔ سبکی: طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۷

۲۴۔ ذھبی' معجم الشیوخ' بحوالہ یوسف عواد' تقدیم کتاب سیراعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۶

۲۵۔ ذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ج ۴ ص ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹

۲۶۔ ابن حجر' الدررالکامنہ فی اعیان المائتہ الثامنتہ۔ حیدر آباد' دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۴۸ھ ج ۵ ص ۲۳۵۔ ۲۳۶

۲۷۔ ایضاً ۱/ ص ۱۶۸۔ ۱۶۹

۲۸۔ ابن ناصرالدین' الردالوافر' بیروت' المکتب الاسلامی۔ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰م ص ۳۵۔ ۳۶

۲۹۔ صفدی' نکت الھمیان فی نکت العمیان۔ مصر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱م ص ۲۴۲

۳۰۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۷
ابن حجر' امورر ج ۳ ص ۴۲۷

۳۱۔ صفدی' الوافی ج ۲ ص ۱۶۵
سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۸۔ ۲۱۹

۳۲۔ ابن ناصرالدین' الردالوافر ص ۳۱

۳۳۔ سخاوی' الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ۔ بیروت۔ دارالکتاب العربی ص ۵۶۴ ابن الجوزی' غایتہ النہایتہ فی طبقات القراء۔ بیروت' دارالکتب العلمیتہ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰م ج ۲ ص ۷۱

۳۴۔ ابن حجر' الدررالکامنتہ ج ۳ ص ۴۲۶

۳۵۔ صفدی' الوافی' ج ۲ ص ۱۶۳

۳۶۔ سبکی' طبقات' ج ۵ ص ۲۱۶

۳۷۔ سخاوی' الاعلان بالتوبیخ ص ۴۷۲

۳۸۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۶

۳۹۔ مثالوں کے لئے دیکھئے ذھبی' تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۰' ۱۵۸۔ ۱۶۰' ۲۴۴ و ج ۲ ص ۵۳۰' ۴۲۸' ج ۴ ص ۱۲۶۶'

۱۳۸۵

۴۰۔ دیکھئے سبکی طبقات الشافعیہ' ۵۷ ص ۲۱۷

ابن حجر' لسان المیزان بیروت موسستہ العلمی ۱۹۷۱م ج ۱ ص ۴ سخاوی 'الاعلان بالتوبیخ' ص ۵۸۷

۴۱۔ دیکھئے مثلاً' **ذھبی** 'تذکرۃ الحفاظ' ۱۷ ص ۶۷

**ذھبی** 'میزان الاعتدال فی نقد الرجال' بیروت' دارالمعرفۃ ۱۹۶۳م ج ۲ ص ۱۰۷

۴۲۔ سبکی' طبقات الشافعیہ' ج ۵ ص ۲۱۶

۴۳۔ ابن ناصرالدین' الردالوافر ص ۳۱

۴۴۔ سخاوی' الاعلان بالتوبیخ ص ۴۲

۴۵۔ مثلاً دیکھئے ابن حجر کی لسان المیزان

۴۶۔ ابن ناصرالدین' الردالوافر ص ۳۱

صفدی: الوافی' ج ۲ ص ۱۶۶

۴۷۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸

۴۸۔ ابن ناصرالدین' الردالوافر ص ۳۵۔ ۳۶

۴۹۔ ابن حجر' الدررالکامنہ ج ۳ ص ۴۲۷

۵۰۔ صفدی' الوافی' ج ۲ ص ۱۶۳

۵۱۔ سبکی' طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۲۱۶

۵۲۔ ایضاً ص ۲۱۶۔ ۲۱۷

۵۳۔ حسینی' ابوالمحاسن' ذیل تذکرۃ الحفاظ' دمشق' التوفیق ۱۳۴۷ھ ص ۳۴

۵۴۔ ابن کثیر' البدایہ والنھایۃ ج ۱۴ ص ۲۲۵

۵۵۔ **ذھبی** 'سیراعلام النبلاء (تقدیم الکتاب لیوسف عواد)' ج ۱ ص ۷۵۔ ۹۰

۵۶۔ تصانیف کی تفصیل کے لئے دیکھیں۔ حوالہ بالا

---

اشترى بعض البخلاء إبريقاً وصحناً من الفخار، وقال للفخاري: اكتب لي عليها شيئاً، فقال له: وماذا تريد أن تكتب؟ فقال أحد الظرفاء الحاضرين اكتب له على الإبريق: (فمن شرب منه فليس مني) وعلى الصحن: (ومن لم يطعمه فانه مني).